



أَيْحَسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًّا

کیا سمجھ رکھا ہے انسان نے کہ اسے چھوڑ دیا جائے گا بلا حساب کتاب۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عمال الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گردھی

الْقِيَامَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قسم قیامت کی:

لَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ (۱)

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔

وَلَا أَقْسِمُ بِالنَّفْسِ الْوَأْمَةِ (۲)

اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھادوں؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کروئی تھیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچالیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟
صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھادوں؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کروئی تھیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچالیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟
لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھاتی ہے جیسے کہ حضرت قادہؓ کا فرمان ہے، ان عباسؓ اور سعید بن جعفرؑ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن حجر العسقلانی کا مختار قول بھی یہی ہے۔
یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے۔

قسم نفس اور امہ کی:

نفس اور امہ کی تفہیر میں حضرت حسن بصریؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومین کا نفس ہے۔ کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہ دیا؟ یہ کیوں کھالیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟
ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی ہے جو اپنے نفس کو روکے۔
امام ابن حجر العسقلانی کے سب اقوال قریب قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو بیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور فوت شد و پرندامت کرتا ہے۔

أَيْخُسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ (۳)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اسکی بہ دیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔

بَلْ قَادِرِينَ عَلَى أَنْ تُسَوِّيَ بَنَاهَهُ (۴)

ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اسکی انگلیوں کی پور پور تک درست کر دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان یہ سوچ ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اسکی بہ یوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ یہ تو نہایت غلط خیال ہے۔ ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کریں گے اور اسکی پوری پوری بنادیں گے۔

انسان کے اعمال:

بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَقْجُرَ أَمَامَهُ (۵)

بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ گے لا گے نافرمانیاں کرتا چلا جائے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فتنہ و بھوکرنا چاہتا ہے ایسی قدم پر قدم بڑھا رہا ہے امیدیں باندھے ہوئے ہے، کہتا جاتا ہے کہ گناہ کرتلوں تو بھی ہو جائے گی، قیامت کے دن سے جو اسکے آگے ہے کفر کرتا ہے وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے، ہر وقت بھی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے افسوس کو اللہ تعالیٰ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے۔ مگر جن پر رب کارم ہے۔ اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور تو پر میں تاخیر کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم حساب سے انکاری ہے این زیستی بھی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے۔
کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی؟

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۶)

پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہے؟

اسکا یہ سوال بھی ابلور انکار کے ہے کیونکہ اسکے خیال میں قیامت کا آنا محال ہے جیسے اور جگہ ہے:

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْثُ صَدَقِينَ

فَلَئِكُمْ مَيْعَادُ يَوْمٌ لَا تَسْتَخِرُونَ عَلَهُ سَاعَةٌ وَلَا تُسْقَدُمُونَ (30:29)

کہتے ہیں کہ اگر تم پچھے ہو تو بتاؤ کہ قیامت کب ہے گی؟

ان سے کہا ہے کہ اسکا دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔

فِإِذَا بَرَقَ الْبَصَرُ (۷)

پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے

یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں گی جیسے اور جگہ فرمایا

لَا يَرْتَدُ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْنَدُهُمْ هَوَاء (14:43)

انکھیں جیکیسیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے۔

برق کی دوسری قراءت برق بھی ہے معنی قریب قریب ہیں ہیں۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ (۸)

اور چاند بے نور ہو جائے

اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی۔

وَجْمَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (۹)

اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں۔

اور سورج چاند جمع کر دیجے جائیں گے یعنی دونوں کو بے نور کر کے پیش لیا جائے گا۔ جیسے فرمایا:

إِذَا الشَّمْسُ كُوَرَتْ - وَإِذَا الْأَجْوُمُ انكَدَرَتْ (2-81:1)

جب سورج پیش لیا جائے گا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَقْرُ (۱۰)

اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں؟

انسان جب یہ پریشانی شدت ہوں گے جراحت اور انظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھنے کا تو بھاگتا جائے گا اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟

كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱)

خُلَّيْسُ خُلَّيْسٍ كُوَلَّيْسُ خُلَّيْسٍ،

إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقْرُ (۱۲)

آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے۔

الله تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے اور اسکے پاس تھہر نے کے سوا کوئی چارہ کا رہ نہیں۔

جیسے اور جگہ فرمایا:

مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَأٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ (42:47)

آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ اسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجام اور بے پہچان بن جاؤ۔

يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخْرَ (۱۳)

آج انسان کو اسکے آگے بھیج ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا۔

آج ہر شخص کو اس کے اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا۔ جیسے فرمان ہے:

وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا (18:49)

جو کیا تھا موجود پا لیں گے اور تیر ارب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (۱۴)

بلکہ انسان خود اپنے اوپر اپنے جھٹت ہے۔

وَلَوْ أَلْقَى مَعَذِيرَةً (۱۵)

گوپنے تمام عذر سامنے ڈال دے۔

انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے کو انکار کرے اور عذر مذدرت پیش کرتا پھر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی، ایسا ہر گز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اعمال کے بوجب جزا و سزا ضرور طے لے گی۔

اَفْرَاكَ تَبَّاكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (۱۴: ۱۷)

اپنے اعمال نامہ خود پڑھ لے اور اپنے آپ کو آپ ہی جا چل لے۔

اسکے کافی آنکھ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا، ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں، لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے عیوب اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کیڑے چلنے سے غافل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے:

اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا سناکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہیر بھی تجھے بھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن گو انسان فضول بھانے بنائے اور جھوٹی دلیلیں دے اور بیکار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

قرآن پڑھنا اور یاد کرنا:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (۱۶)

اے نبی! تم قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حركت نہ دو۔

یہاں اللہ عز وجل اپنے نبی کریم کو تعلیم دیتا ہے کہ فرشتے سے وقتی کس طرح لیں۔ محضور اکرمؐ اسکے لیے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قرأت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ پس اللہ عز وجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتے وحی لے کر آئے تو آپ سنتے رہیں۔

پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اسکی باہت تعلیم دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کرو دینا اور بر وقت آپ کی زبان سے اسکا پڑھا دینا یہ ہمارے ذمہ ہے اسی طرح اسکا واضح کرنا اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں۔

پس پہلی حالت تو

یاد کرنا۔

دوسری تلاوت کرنا۔

تیسرا تفسیر مضمون اور توضیح مطلب کرنا۔

تینوں کی کفالت اللہ تعالیٰ نے ایسے ذمہ دی جیسے اور جگہ فرمایا:

وَلَا تَعْجُلْ بِالْفُرْءَاءِ إِنْ مِنْ قَبْلِ إِنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ

رَبُّ زَنْدِيٍ عَلَمًا (20:114)

جب تک تیرے پاس وہی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر۔ تم سے دعا مانگ کر:

میرے رب امیرے علم کو زیادہ کر تارہ۔

إِنَّ عَلِيْنَا جَمْعَةُ وَفَرَأَنَّهُ (۱۷)

اسکا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ فَرَأَنَّهُ (۱۸)

ہم جب اسے پڑھیں تو ٹوائے پڑھنے کے درپے رہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تھجھے پڑھانا ہمارے اوپر ہے جب تم اسے پڑھیں یعنی جب ہمارا نازل کردہ فرشتہ اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ پچھے تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد لکھے گا۔

ثُمَّ إِنَّ عَلِيْنَا بَيَانَهُ (۱۹)

پھر اسکا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے تلاوت کرنے کے بعد ہم تجھے اسکے معانی مطالب تنبیہن و توضیح کے ساتھ سمجھادیں گے تاکہ ہماری اصلی مراوا و صاف شریعت سے تو پوری طرح 2 گاہ ہو جائے۔

مشد میں ہے کہ حضور اکرمؐ کو اس سے پہلے وہی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس ذر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپؐ کے ہونٹ مبارک ہلتے جاتے تھے۔ اہن عباسؐ راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح اور انکے شاگرد سعیدؐ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہونٹ ہلا کر اپنے شاگرد کو دکھائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاو۔ اسے آپؐ کے سینے میں جمع کرنا اور آپؐ کی زبان سے اپنی تلاوت کرنا ہمارے پرورد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپؐ سنتے اور چپ رہتے۔ جبریلؐ کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح انکا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے پرورد ہے۔

بخاری اور مسلم میں بھی یہ روایت ہے۔

بخاری میں یہ بھی ہے کہ پھر وہی اترتی تو آپؐ اندر میں پچھی کر لیتے اور جب وہی اتر پچھتی تو آپؐ پڑھتے۔

حضرت ابن عباس اور عطیہ عوامی فرماتے ہیں اسکا بیان ہم پر ہے یعنی حلال اور حرام کا واضح کرنا۔

حضرت قادہ کا قول بھی بھی ہے۔

كَلَّا بَلْ ثُجُونَ الْعَاجِلَةِ (۲۰)

ثُجُونَ تُمْ تُوْدِيَا كَمِحْبَتِ رَكْحَتِهِ ہو۔

وَتَذَرُّونَ الْآخِرَةَ (۲۱)

او رَأْ خَرْتَ كَوْچُوزَ بَيْشَنَے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا فروں کو قیامت کے انکار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کو نہ مانئے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان رسول کی اطاعت نہ کرنے پر ۲۳ ماہ کرنے والی چیز حب دینا اور ترک آخوت ہے حالانکہ آخوت کا دون بڑی اہمیت والا دن ہے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ (۲۲)

اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔

إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳)

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

اس دن بہت سے لوگ تودہ ہوں گے جنکے چہرے بشاش بشاش تروتازہ خوش و خرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے شرف ہو رہے ہوں گے۔ جیسے کسی بخاری میں ہے:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَّانًا

عتریہ تم اپنے رب کو صاف صاف کھلم کھلا اینے سامنے دیکھو گے۔

بہت سی صحیح احادیث سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان احادیث کو نہ تو کوئی ہٹا سکے گا نہ انہا کوئی انکار کر سکے گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ اپنے فرمایا:

هَلْ تُضَارُونَ فِي رُؤْيَا الشَّمْسِ وَالْفَمْرِ لِيَسَ دُوَّنَهُمَا سَحَابٌ؟

سورج اور چاند کو جب کہ آسمان صاف ہے اب رہو دیکھنے میں تمہیں کوئی مراحت اور سمجھیز بھاڑ ہوتی ہے ہے؟ انہوں نے کہا ہیں۔ اپنے فرمایا:

فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَذَلِكَ

اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟

فَيَقُولُونَ: أَلْمَ تُبَيِّضُ وُجُوهَنَا؟ أَلْمَ تُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ وَتَنْجَنَا مِنَ الدَّارِ؟

قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أَعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ، وَهِيَ الْزِيَادَةُ

جب جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھاؤں؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کروئیں گے میں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا ہب میں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی وقت حباب ہنا دیئے جائیں گے اور ان اہل جنت کی لگائیں جمال باری سے منور ہوں گی۔ اس میں انہیں جو سور و لذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں حاصل نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ محظوظ انہیں دیدار باری ہو گا اسی کو اس آیت میں لفظ زیادة سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزَيَادَةً (10:26)

احسان کرنے والوں کو جنت بھی ملے گی اور دیدار الہی بھی۔

آخر اسلام اور ہدایۃ النّام سب اس پر متفق ہیں جو لوگ اسکی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنا ہے جیسے مجاہد اور ابو صالح سے تصریح ابن جریر میں مزروی ہے اسکا قول حق سے دور اور سرا مرکلف سے معمور ہے۔ ان کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے:

كَلَّا إِنَّمَا عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمْخُجُوبُونَ (83:15)

فاجر قیامت کے دن اپنے پروردگار سے پردوے میں کروئیے دائیں گے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیک کارلوگ دیدار الہی سے سیراب کئے جائیں گے اور متواتر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روائی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایمان وار دیدار باری سے محظوظ ہوں گے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیوں کہ دیدار رب پرانی لگائیں پڑتی ہوں گی، پھر بھائیوں منور و حسین کیوں نہ ہوں۔

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ (۲۴)

اور کتنے ایک چہرے اس دن بدرونق اور اداس ہوں گے۔

تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ (۲۵)

سمجھتے ہوں گے کہ انکے ساتھ کمر تو زدینے والا معاملہ کیا جائے گا۔

اور بہت سے مناس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بدقسم ہو رہے ہوں گے برواق اور اوس ہوں گے انہیں یقین ہو گا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور اللہ تعالیٰ کی کپڑا آئی، ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا جسے اور جگہ ہے:-

يَوْمَ تَبَيَّضُ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُ وُجُوهٌ (3:106)

اس دن بعض چہرے کوئے چٹے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کاملے من والے ہوں گے۔

اور جگہ فرمایا:-

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَشِعَةٌ - عَامِلَةٌ نَاصِيَةٌ - نَصْلٌ نَارًا حَامِيَةٌ (4:88:2)

قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زده دیشت زده اور ذرا لے برواق اور ذیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے تکمیل انجام تے رہے لیکن آج بھر کتی ہوئی آگ میں جائیں۔

پھر فرمایا:-

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ - لُسَعِينَهَا رَاضِيَةٌ - فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (10:88:8)

بعض مناس دن نعمتوں والے خوش و خرم چکیلے شاداں و فرحاں بھی ہوں گے جو اپنے گذشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند و بالا نعمتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے۔

عالم نزع کا ذکر:-

یہاں پر موت کا اور سکرات کے عالم کا بیان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتُ الْثَّرَاقِيَّ (۲۶)

نَبِيُّنِيْسْ جَبْ رُوحْ بَنْسَلِ تَكْبِيْنَجِيْ

كَلَا کو اگر ذات کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے

اے ابن آدم تو جو میری خبروں کو جھلاتا ہے وہ درست نہیں بلکہ اسکے مقدمات تو تو روز مرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے۔

اور اگر اس لفظ کو **حَنَّا** کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے

یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے نزدیک پہنچ جائے۔

ترافقی جمع ہے ترقوہ کی اُن بُدھوں کو کہتے ہیں جو سینے پر اور موذن ہوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی بہری کہتے ہیں

جسے اور جگہ فرمایا:-

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتُ الْخُلُفُومَ -

وَأَنْثُمْ حَيَّنَدِنْ تَنْظُرُونَ -

وَكُنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكُنْ لَا تُبَصِّرُونَ -

فَلُولًا إِنْ كُنْتُمْ عَيْنَ مَدَيْنِينَ -

ثُرْجُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَدَقِينَ (83-87)

بچکہ روح خلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور تم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

ترافقی جو تجھ ہے ترقہ ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سلطوم کے قریب ہے۔ اس وقت ہائی ہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جہاڑ پھونک کرے؟ یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعے شفا ہو سکتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟

وَقِيلَ مَنْ رَاقِ (۲۷)

اور کہا جائے گا کہ کوئی جہاڑ پھونک کرنے والا ہے۔

وَظَنَ اللَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸)

اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت جدا ہی ہے۔

وَالْتَقَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (۲۹)

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

اور پنڈلی کے پنڈلی سے رُگڑا کھانے کا ایک مطلب حضرت اہن عباسؑ سے یہ مردی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر تجھ ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس پر تجھ پر تجھی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو۔

دوسرامطلب حضرت عکرمؓ سے یہ مردی ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرا بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے۔

تیسرا مطلب حضرت حسن بصریؓ سے یہ مردی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری اور شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے۔ پہلے تو یہ ان پاؤں پر چلتا پھرتا تھا لیکن اب ان میں جان کہاں؟

اور یہ بھی مردی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کامل جانا مراد ہے۔

چوتھا مطلب حضرت شحناکؓ سے یہ بھی مردی ہے کہ دو کام دو طرف تجھ ہو جاتے ہیں اور ہر تو لوگ اسکے جسم کو پہلا دھلا کر پر دخاک کرنے کو تیار ہیں اور ہر فرشتے اسکی روح لے جانے میں مشغول ہیں، اگر نیک ہے تو عمده تیاری اور وحشوم دھام کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت برآتی اور بدتر حالت کے ساتھ۔

یہی مضمون اور جگد بیان ہوا ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَبِرْسِيلٍ عَلَيْكُمْ حَفَظَةٌ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوْقَهُ رُسُلُنَا

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ

ثُمَّ رُدُوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَسَبِينَ (٦١,٦٢)

وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے پاس فرشتے بھیجا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو تمہارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی قصور نہیں کرتے۔
پھر سب کے سب اپنے پچ مولائی طرف اٹھائے جاتے ہیں یقیناً مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔

إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ (٣٠)

أَجْتَمِعْ رَبِّكَ بِرُورِ دُكَارِكَ طَرْفَ چَنَابَهُ -

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَى (٣١)

اسَّنَ نَهْ تَصْدِيقَ كَيْ نَهْ نَمَازَادَا كَيْ -

اب اس کا فرمانان کا حال بیان ہو رہا ہے جو اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھلانے والا اور اپنے عمل سے حق سے روگروانی کرنے والا تھا۔ جس کا ظاہر و باطن بر باد ہو چکا تھا اور کوئی بھلاکی اس میں باقی نہیں رہی تھی، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت الہی بجالاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا۔

وَلَكِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّى (٣٢)

بَلْ كَهْ جَهَلَلَا يَا اورْ رُوْغَرَانِيْ كَيْ -

ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى (٣٣)

پھر اپنے گھر والوں کے پاس اترتا ہو گیا۔

ہاں جھلانے اور منہ موز نے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اترتا اور پھولتا ہوا بے بھتی اور بعملي کے ساتھ اپنے والوں میں جاملا تھا۔ جیسے اور جگہ فرمایا:

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكَمِينَ (٨٣:٣١)

جب اپنے والوں کی طرف لوئے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش باش جاتے ہیں۔

اور جگہ فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا - إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَخُورَ (٨٤:١٣,١٤)

یہ اپنے گھرانے والوں میں شاد ماں تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں ہے۔

اسکا یہ خیال محض غلط تھا۔

بَلِّي إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا (84:15)

اسکے رب کی نگاہیں اس پر تمیں۔

أَوْلَى لَكَ فَاؤْلَى (٣٤)

افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر۔

ثُمَّ أَوْلَى لَكَ فَاؤْلَى (٣٥)

ہائے ہے اور خرابی ہے تیرے لئے۔

اللہ تعالیٰ وحکما تا ہے اور فرماتا ہے کہ خرابی ہو جنہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر کے پھرا ترا تا ہے

جیسے اور جگہ فرمایا:

دُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (44:49)

قیامت کے دن کافر سے بطور ذائقت کے اور خمارت کے کہا جائے گا کہ اب مزد پچھو تو توبوی عزت اور
بزرگی والا تھا۔

اور فرمایا:

كُلُوا وَتَمَّتُّعُوا قَلِيلًا إِنَّمَا مُجْرُمُونَ (77:46)

پچھے کھا پی لو آخرو بدن کا گنجہ گار ہو۔

اور جگہ فرمایا:

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ (39:15)

جاوہ اللہ تعالیٰ کے سو جنکی چاہو عبادت کرو

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًّى (٣٦)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہا سے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہا سے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم
اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی ایسا ہر گز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اعمال کے بوجب جزا
مزاضرور ملنگی۔

مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور مکرین قیامت کا رد ہے۔

أَلْمَ يَكُ نُطْفَةٌ مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى (٣٧)

کیا وہ ایک گاز سے پانی کا قطرہ نہ تھا جو پکایا گیا تھا۔

ثُمَّ كَانَ عَلْقَةً فِخْلَقَ فَسَوَىٰ (٣٨)

پھر وہ ابھو کی پھٹکی ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور درست بنادیا۔

فَجَعَلَ مِثْلَهُ الزَّوْجَيْنَ الدُّكَرَ وَالْأَنْثَى (٣٩)

پھر اس سے جوڑے یعنی زر ما دہ بنائے۔

اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی تھلی میں بے جان و بے بنیاد تھا پرانی کا ایک ذلیل قطرہ جو چیز سے رحم میں آیا۔ پھر خون کی پھٹکی ہی پھر کوشت کا التحریر ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے تھلی و صورت دے کر روح پہنچ کی اور سالم اعتمادہ والا انسان بنادیا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ جس نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنادیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟

أَلِيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ (٤٠)

کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے؟

یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے یا کم از کم اتنا ہی جتنا پہلی مرتبہ تھا۔

جیسے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (30:27)

اس نے ابتداء پیدا کیا وہی پھر لوٹا گئے گا اور وہ اس پر بہت آسان ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابیؓ اپنی چھپت پر بآواز بلند قرآن پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا: سبھک بلی یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور میشک قادر ہے۔

لوگوں نے ان کہنے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنائے۔ ابو داؤد میں بھی یہ حدیث ہے، لیکن دونوں جگہ اس صحابیؓ کا نام نہیں کویا یہ نام نہ ہونا ضروری ہے۔

